

ملامت اور تسلی
نمبر 3430
ایک خطبہ
شائع شدہ: جمعرات، 29 اکتوبر، 1914
واعظ: سی۔ ایچ۔ سپرجین
مقام: میٹروپولیٹن عبادت گاہ، نیوٹنگٹن

"کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں اور تُو نے مجھے نہ پہچانا، فلپ؟"
یوحنا 9:14

یہ باب ہمارے نجات دہندہ اور اُس کے بارہ شاگردوں کے درمیان رفاقت اور محبت بھری گفتگو کا نہایت دلنواز نقشہ پیش کرتا ہے، جب وہ زمین پر اُن کے ساتھ رہا۔ اگرچہ وہ اُس کی طرف ایسی تعظیم سے دیکھتے تھے گویا زمین پر اُس کے سوا کوئی نہ تھا، تو بھی وہ اُسی سادگی اور آزادی سے اُس سے ہمکلام ہوتے جیسے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ اور کیا اُس نے اُن کے ساتھ سچے دوست کی مانند سلوک نہ کیا؟ اُن کی طفولیت کو یاد رکھتے ہوئے، مگر نرم، شفیق اور صابر رہا؟ ایسا سرزنش کرتا تھا کہ دل کو نہ چوٹ لگے، اصلاح فرماتا تھا مگر سخت ملامت کے بغیر، اور تسلی دیتا تھا مگر اُن خطروں کو چھپانے بغیر جن میں وہ مبتلا تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدرتی اور بے تکلف انداز میں اُس سے گفتگو کرتے، اور وہ کس ہمدردی سے اُن کی کمزوری کے ساتھ کلام فرماتا، تھوڑا تھوڑا سکھاتا جیسا کہ وہ سیکھنے کے لائق ہوتے۔ وہ ویسے ہی سوالات کرتے جیسے کوئی لڑکا اپنے باپ سے کرے۔ اکثر اُن کی جہالت ظاہر ہوتی، مگر وہ اُس کے حضور کبھی خائف نہ ہوتے، نہ ہی اپنے فہم کی کمی کو اُس کے سامنے ظاہر کرنے میں شرمندگی محسوس کرتے۔
تاہم وہ کبھی اُن سے خفا نہ ہوا۔ گو وہ اُن کی نادانی پر ملامت فرماتا، اُس کی سرزنش کبھی تلخ نہ ہوتی۔

جب فلپ نے اُس سے کہا، "اے خُداوند! ہمیں باپ کو دکھا دے تو ہم کو کافی ہے،" تو یسوع نے نرمی سے اُسے ملامت کی،
"فرمایا، "کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں اور تُو نے مجھے نہ پہچانا، فلپ؟"

ایسی نرم دلی، کیسی شفقت
جیسے باپ اپنے بچوں پر ترس کھاتا ہے ویسے ہی خُداوند اُن پر ترس کھاتا ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں۔"
آہ! ایسے باپ کے فرزندوں کو اُس کے قدموں سے لپٹنا چاہیے، اُس کے قدموں میں بیٹھنا، اُس کے لبوں سے لٹکنا، اور اُس کے حضور اپنا دل اُنٹیل دینا چاہیے!

اے پیارو! یہی وہ طرز عمل تھا جو یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ اپناتا تھا، اور یہی رویہ وہ اُن سے اپنے لیے پسند فرماتا۔ جس طرح اُس کی دوستی میں کوئی سردمہری نہ تھی، ویسے ہی اُن کی گفتگو میں کوئی جھجک یا بے دلی نہ پائی جاتی تھی۔
میں اس منظر پر دیر تک ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ وہ، جس کے چہرہ پر جلالی نرمی جلوہ گر تھی، کس قدر سخی، فروتن، اور اگر میں کہوں تو مانوس تھا، اور وہ، جو رُوح میں غریب اور ایمان میں کمزور تھے، اُس کی رفاقت میں کھل جاتے، بے ساختہ، پُر اعتماد اور بے ریا ہو جاتے۔

زبان قاصر ہے کہ اُس پیغام اور اُس کے سباق و سباق میں جو کچھ نظر آتا ہے اُسے بیان کر سکے۔
یہاں "وہ انسان، مسیح یسوع" ہے، جو اپنی ذات، کردار، اور عمل میں الہی ہے، اور جو اُن نوزائیدہ ایمانداروں پر باپ کو ظاہر کرتا ہے، جو اُس کشش کو نہ سمجھ سکتے اور نہ بیان کر سکتے جس نے اُنہیں اُس کی طرف مائل کیا اور پھر باندھ لیا۔

لیکن وہ جو کبھی یہاں زمین پر رہا، اب خُدا کے دہنے ہاتھ پر بلند ہو چکا ہے۔
جسمانی صورت میں وہ ہمارے درمیان موجود نہیں، انسانی آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی، مگر رُوح میں وہ ہمارے ساتھ ہے، اور اُس کی حضوری راستباز دلوں میں جانی اور محسوس کی جاتی ہے۔

پس یقین کرو، وہی یسوع آج بھی ہے، وہ برگز تبدیل نہیں ہوا۔
وہ ہمارے ساتھ جو رفاقت رکھنا چاہتا ہے وہ محض خدمت کا رشتہ نہیں، بلکہ اُس سے کہیں بالا ہے۔ وہ ہمیں "دوست" کہتا ہے۔
اور تم جانتے ہو کیوں؟ کیا اس لیے کہ ہم نے اُس کے لیے بہت کچھ کیا ہے؟
برگز نہیں، بلکہ اس لیے کہ اُس نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے، ہمیں بہت کچھ بتایا ہے، اور ہم سے کچھ بھی چھپایا نہیں۔
درحقیقت وہ ہمارا دوست اور مشیر ہے، اور چاہتا ہے کہ ہم سادگی اور بے ساختگی سے اُس کے پاس آ کر مشورہ مانگیں۔

جب ہمیں حکمت کی کمی محسوس ہو، تو وہ ہمیں ملامت نہیں کرتا، بلکہ فیاضی سے دیتا ہے اُن کو جو مانگتے ہیں۔ ہم اُس کے ساتھ بچے بن سکتے ہیں۔ وہ ہماری بچگانہ باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ ہماری دعائیں سوالات سے بھری ہو سکتی ہیں، ہماری التجاؤں میں ایسے مسائل ہو سکتے ہیں جن کی گرہ ہم کھول نہ سکیں، پھر بھی وہ جھک کر اُن سب کی توضیح فرماتا ہے، اور اپنے رُوح کے وسیلہ سے ہمیں تعلیم دیتا اور سچائی میں مزید آگے لے جاتا ہے۔

آہ! کاش ہم ہمیشہ یسوع کے ساتھ اسی بچگانہ رُوح کو فروغ دیں، کیونکہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے۔

!ہم سب کس قدر کند ذہن شاگرد ہیں
 ”کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں اور تُو نے مجھے نہ پہچانا؟“
 :یہ الفاظ دو حقائق کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جن پر میں چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں

اول: اِس کے باوجود کہ انسان اعلیٰ ترین روحانی برکتیں حاصل کرے، ممکن ہے کہ وہ اب تک مسیح کو پہچان نہ پایا ہو؛ اور دوم: جب ہم اُسے پہچان بھی لیتے ہیں، تو بھی برگزیدہ ترین شاگردوں کو اُس کے متعلق سیکھنے کے لیے بہت کچھ باقی ہوتا ہے۔

—جہاں تک دینی تربیت کا تعلق ہے

I

مسیح کی پہچان انسان کے ذریعہ مکمل طور پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ :

یہ وہ رسول تھے جو تین برس تک یسوع کے ساتھ اُس کی علانیہ خدمت اور خلوت کی گھڑیوں میں رہے۔ وہ گویا اُس کے مدرسہ کے شاگرد تھے، اور وہ خود اُن کا معلم تھا۔ انہیں یقیناً اس سے بہتر ماحول میسر نہ ہو سکتا تھا۔ اُس سے بہتر اُستاد کبھی نہ پایا جاتا۔ اُس نے اپنے افعال سے بھی تعلیم دی اور اپنے اقوال سے بھی۔ وہ مسلسل معجزات دکھاتا، عجیب و غریب اعمال کرتا، جن سے اُس کا جلال اور اُس کی فطرت ظاہر ہوتی۔

!مگر اُن میں بعض ایسے تھے جنہوں نے اِس سب تعلیم کے باوجود—کیا نہ جانا؟—اُسے نہ پہچانا
 اُس تعلیم کا اصل مقصد، اُستاد حقیقی کو نہ جانا۔
 وہ اُن کے ساتھ اتنی دیر سے تھا، پھر بھی وہ اُسے نہ پہچان سکے۔
 میں اِس مقام پر صرف فلپ کی طرف اشارہ نہیں کرتا، جس کی معرفت ناقص تھی، جس کا نور محض جھلک تھی، اور جس کی سوچیں اکثر الجھن میں تھیں؛ بلکہ میرا اشارہ یہوداہ اسکریوتی کی طرف ہے۔

اُس بدنصیب انسان کی بلانے کی گھڑی، اُس کا چلن، اُس کی خصلت، اُس کا طرز عمل، اُس کا گناہ، اور اُس کے گناہ کے نتائج، یہ سب ایک ایسا منظر بناتے ہیں جسے دیکھ کر انسان حیرت سے ساکت ہو جاتا ہے، اور جب اُس پر غور کرتا ہے تو دل کی گہرائیوں میں ایک گہرا ہٹ طاری ہو جاتی ہے۔

یہ ہمیں دکھاتا ہے کہ ایک شخص یسوع کے کس قدر قریب رہ سکتا ہے، روزمرہ زندگی میں اُس کے ساتھ چل پھر سکتا ہے، اُس کے رحم و کرم کے کاموں کو ملاحظہ کر سکتا ہے، اُس کے ہمدردی بھرے اقوال، نصیحتیں، تسلیاں، حکمت کے کلام اور تنبیہات سُن سکتا ہے، اور پھر بھی مسیح سے یکسر نا آشنا رہ سکتا ہے؛ اُس سے کوئی روحانی فیض نہ پا سکتا، اُس سے کوئی ہمدردی نہ رکھ سکتا، حتیٰ کہ بالآخر ہلاکت میں گر کر تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے۔

یا اگر ہم اِس خطرہ کو اپنے دلوں تک لا کر سمجھیں، تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں مسیح کے پیروکاروں کے درمیان زندگی بسر کریں، مسیح کے نام پر کیے گئے خیرات کے کاموں کو روز دیکھیں، اور علم و فصاحت سے لبریز منادوں کی زبان سے مسیح کی منادی سنیں، پھر بھی اُسے نہ پہچانیں، جو کہ خُدا کا بیٹا، باپ کی طرف سے بھیجا گیا، عہد فضل کا مغز و جوہر ہے۔

اُس کا نام ہمارے کانوں سے مانوس ہو سکتا ہے، مگر افسوس! ہمارے دل اُس کے لیے اجنبی رہ سکتے ہیں۔

اگر یہوداہ نے اپنے آقا کو سچائی سے پہچانا ہوتا، تو کیا وہ اُس کے ساتھ ایسی دغا بازی کر سکتا؟
 اگر اُس نے اُسے باپ کے ساتھ ایک جانا ہوتا، تو کیا وہ اُسے تیس سکوں کے عوض بیچتا؟
 اگر اُس نے اُسے ”خُدا، جو سب کا مالک ہے، ابد تک مبارک“ مانا ہوتا، تو کیا وہ اُسے سردار کابنوں کے سپرد کرتا؟

برگز نہیں! اگرچہ اُس نے اُسے سمندر پر چلتے دیکھا، اور لعزر کو قبر سے بلاتے سنا، تو بھی یہوداہ نے محض ایک انسان، ناصری، کو دیکھا جسے وہ بیچ سکتا تھا اور دشمنوں کے ہاتھوں سوئپ سکتا تھا۔ یقیناً وہ یسوع کو ایسی معرفت سے نہ جانتا تھا کہ اُس پر ایمان لاتا، اُس نے کبھی اپنی جان کو نجات دہندہ، مسوح، چنیدہ پر سوچا نہ تھا۔

یہوداہ نہایت واضح طور پر وہ شخص ہے جو، باوجود اس کے کہ وہ مسیح کے ساتھ مدتوں رہا، اُسے نجات دہندہ ایمان کی حیثیت سے نہ جان پایا۔

اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اُس نے اُسے ایسی معرفت سے نہ جانا کہ اُسے محبت کرتا۔ اگر محبت ہوتی تو نہ دھوکہ دیتا، نہ اُس کو دغا سے بوسہ دیتا۔

پس اے عزیزو، فلپ کی بجائے یہوداہ کی مثال سے سبق حاصل کرو کہ تم اور میں برسوں سے کلام سنتے آ رہے ہوں، پھر بھی ممکن ہے کہ مسیح کو نہ پہچانتے ہوں۔

لیکن، اگر ہم اُسے جانتے ہیں، تو شکرگزاری سے بھر جائیں کہ رُوح القدس نے ہمیں اُس کے مقدس مشن کا کچھ عرفان عطا کیا۔!! اور اگر تمہیں اُس کی ذات کی بزرگی اور برتری، اور اُس کا خُدا کا بیٹا ہونا ظاہر ہوا ہے، تو تم باپ کا شکر کس قدر کرو گے

یاد رکھو، جب مسیح نے شمعون پطرس سے کہا، جب اُس نے ظاہر کیا کہ وہ مسیح کو افواہوں، رائے عامہ، اور لوگوں کے تاثرات سے ہٹ کر جانتا ہے، اُس نے فرمایا:

”مبارک ہے تُو، شمعون بر یونا، کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے تجھ پر ظاہر نہ کی، بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے۔“

کوئی مبلغ ہمیں مسیح سے آشنا نہیں کر سکتا، کوئی کتاب بھی نہیں، حتیٰ کہ بائبل بھی نہیں، جب تک کہ آسمانی تعلیم شامل حال نہ ہو۔

چنانچہ پولس دعا کرتا ہے کہ

ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا، جلال کا باپ، تمہیں اپنی معرفت میں حکمت اور مکاشفہ کی رُوح عطا کرے اور تمہارے دل ”کی آنکھیں روشن ہوں۔“

تب ہی مسیح یسوع کی الوہیت، اُس کے کام کی عظمت، اُس کے دل کی محبت، اُس کے کردار کی وفاداری ہمارے لیے حقیقی طور پر ظاہر ہو گی، تاکہ ہم اُس پر پورے دل سے بھروسا رکھیں، اور بے تقس محبت رکھیں۔

میں بڑے اصرار سے یہ بات تم میں سے اکثر کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہمارے متن کا سوال، جب اس روشنی میں دیکھا جائے، تو تم میں سے بعض کے لیے سخت تنبیہ ہے:

کیا یسوع تمہارے ساتھ اتنے عرصہ سے نہیں رہا، اے تم جو باقاعدگی سے عبادت گاہ میں آتے ہو؟ ہاں! تم نے اُس کی حضوری کو محسوس کیا، اُس کے کلام میں، اُس کی قدرت کے آثار میں جو تمہارے درمیان ظاہر ہوئے۔ جب ہم نے انجیل کو جوش و اخلاص سے منادی کیا، رُوح القدس کے ساتھ جو آسمان سے نازل ہوا، تب یسوع تمہارے قریب آیا۔ بار بار اُس نے تم سے التماس کیا، تم نے ایسی حضوری کو محسوس کیا جو انسانی نہ تھی، جب اُس کا کلام سچائی کے ساتھ بیان ہوا۔

”کیا وہ اتنے عرصہ سے تمہارے ساتھ رہا، اور پھر بھی تم نے اُسے نہ پہچانا؟“

یہ امر تو یقینی ہے کہ وہ تمہارے درمیان رہا، کیونکہ اُس کے مقدسین اُس کی گواہی دیتے ہیں۔

جب تم یہاں ان نشستوں پر بیٹھے ہو، تمہارے گرد بے شمار دل ایسے تھے جنہوں نے نجات دہندہ کو دیکھا، غمزدہ دل جو آرام پا گئے، اشکبار آنکھیں جن کے آنسو پونچھ دیے گئے۔

یسوع کی حضوری نے یہاں کے کئی دلوں کو خوشی سے بربط بنا دیا۔

کیا وہ تمہارے نزدیک، تمہارے پڑوسیوں کے لیے نظر آنے والا، اور پھر بھی تم اُس کے لیے ناآشنا ہو؟ افسوس! اے فلپ، اے یوحنا، اے مریم، جو ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں دوسرے نجات دہندہ کو دیکھتے، اور تم اُسے نہ پہچانتے!

یسوع یہاں موجود رہا، کیونکہ تمہارے جیسے بہتوں نے اُسے پایا ہے۔

شاید تمہاری بیوی ایمان لا چکی، تمہارا بھائی مسیح کو دیکھ چکا، تمہاری بہن اُسے اپنا نجات دہندہ مان چکی، اور وہ تمہارے

ساتھ اتنی دیر سے رہا کہ اب تم اپنے کئی دوستوں کو شمار کر سکتے ہو جو یسوع کو جان چکے، اور تم اب بھی اُسے نہ پہچان سکتے۔

آہ! کیسا کٹھن ہے وہ جینا جہاں فضل بکثرت بانٹا جاتا ہے، اور تم اُس سے محروم رہو جب ہر طرف قحط ہو، جیسے حال ہی میں پیرس میں تھا، تو ہر شخص صبر کے ساتھ اُسے سہتا ہے، کیونکہ سب ہی اُسی حال میں ہوتے ہیں۔

امگر آہ! اُس شہر میں بھوکا مرنا جہاں لوگ نعمتوں سے سیر ہوں! یہ نہایت غم انگیز ہے

اور تم میں سے بعض کھو رہے ہو، جب کہ دوسرے بچ رہے ہیں؛ وہی سبت جس میں دوسرے یسوع کو پاتے ہیں، تم اُسے بغیر کسی خیال کے چھوڑ کر لوٹ جاتے ہو؛ وہی وعظ جو دوسروں کے دلوں میں چھینتا ہے، تمہیں چھوٹے بغیر نکل جاتا ہے؛ وہی نصیحت جو دوسروں کو کلوری کی طرف لے جاتی ہے، تم سنتے ہو مگر کبھی پرواہ نہیں کرتے۔ تم اب بھی اُس کے لیے اجنبی ہو، اگرچہ وہ تمہارے بہت قریب آیا ہے۔

اور کیا وہ واقعی اتنے عرصہ سے تمہارے ساتھ رہا ہے، اور پھر بھی پھر بھی کیا تم نے اُسے نہ پہچانا؟ آہ! یہ نہایت افسوسناک ہے۔

”اتنی دیر سے؟“ نجات دہندہ فرماتا ہے، ”کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں؟“
میں ذرا دیر کو اس لفظ پر ٹھہرنا چاہتا ہوں
انجیل سننے کے بعد صرف ایک دن یا ایک گھنٹہ بھی بے ایمان رہنا ایک طویل مدت ہے۔

ایک دن! اسے کیا سمجھا جائے؟
کبھی تم کہتے ہو ”محض ایک دن“ اور کبھی ”ایک پورا دن“—اور یہ ”پورا“ بہت کچھ ظاہر کرتا ہے۔
وقت اکثر اُس حالت کے مطابق ناپا جاتا ہے جس میں انسان ہو۔

اگر کوئی شیر کے پنجے تلے ہو، یا اُس کے منہ میں ہاتھ ہو، تو پانچ منٹ بھی بہت طویل ہوتے ہیں۔
زندگی کے خطرے میں ہونا، اور خوف میں مبتلا رہنا—یہ بدترین کیفیت ہے۔

مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد آتا ہے جو ایک برفانی دراڑ میں جا گرا—نیلگوں برف کے بیچ۔
اگر تم نیچے جھانکو اور پتھر پھینکو تو دیر میں اُس کی آواز آتی ہے، جو اُس کی گہرائی ظاہر کرتی ہے۔
ایک سیاح ایک مرتبہ اُس میں پھسل گیا، اور برف میں پھنسا رہا۔
مجھے یاد ہے کہ شاید پورا ایک گھنٹہ لگ گیا رسی لانے میں۔
اُس گھنٹے نے یقیناً اُسے ایک صدی کی مانند محسوس ہوا ہو گا۔

ایک گھڑی نیک صحبت میں خوش دلی سے بسر ہو تو مختصر معلوم ہوتی ہے،
مگر موت کے جبروں میں گزری ہوئی ایک گھڑی—کیسی بولناک ہوتی ہے

اب ایک بے ایمان شخص اُسی قدر بلکہ اُس سے بھی زیادہ خطرے میں ہے،
کیونکہ وہ ہر لمحہ خُدا کے غضب کے نیچے ہے، جب تک کہ ایمان نہ لائے۔
اپنی جان کے خطرے میں رہنا ایک طویل قیام ہے؛ موت کی سزا کے تحت رہنا ایک بہت لمبا عرصہ ہے؛ بغیر اُمید کے رہنا—
بے حد طویل مدت ہے۔

آہ! کیا میں نے گھنٹوں کی بات کی؟ کیا میں نے مہینوں کا ذکر کیا؟
نہیں، بلکہ مجھے برسوں کی طرف آنا چاہیے، کیونکہ تم میں سے بعض کے لیے یہ برسوں پر محیط ہو چکا ہے۔
تمہیں اپنی ماں کی منتیں یاد ہیں، اتوار کے اسکول کے اُستاد کی التجائیں یاد ہیں
!اور اب تمہارے بالوں میں سفیدی جھلکنے لگی ہے، اور تم اب تک نجات نہ پائے

”کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں؟“
شاید تمہیں یہ مدت طویل نہ لگتی ہو
لیکن خُدا کے لیے یہ بہت طویل ہے۔

،اگر تمہارے پاس کوئی بیٹا ہو جو سخت نافرمان ہو، اور تم اُسے کہو
 بیٹا! وہی کر جو میں تجھ سے کہتا ہوں،“ اور وہ ضد سے خاموش رہے؟“
 ،کچھ لمحوں بعد تم پھر کہو
 “میرے فرزند، مجھے ماننا لازم ہے، یہ کرو”
 ،اور وہ اب بھی خفگی سے دیکھے، ہونٹ چبائے—تو وہ تمہیں طویل انتظار لگتا ہے
 اور تم محسوس کرتے ہو کہ اب تمہیں اُسے تنبیہ دینی پڑے گی۔

!آہ! کیا ہی طویل انتظار خُدا نے کیا ہے

بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں تم ایک لمحہ بھی مشتعل کر دو تو اُن کا غصہ بھڑک اُٹھتا ہے۔
 ہم میں کون ہے جو ایک گھنٹہ تک مسلسل اشتعال کو برداشت کر سکے؟
 ،مجھے ڈر ہے کہ یہاں سب سے نرم مزاج انسان بھی، اگر صبح سے شام تک ایک ہفتہ متواتر چھیڑا جائے
 تو اُس میں اتنا فضل نہ ہو گا کہ وہ غصے سے باز رہے۔
 !مگر چالیس برس تک خُداوند کو غضب دلانا
 تعجب نہ کرو کہ وہ اُس نسل سے رنجیدہ اور ناراض ہوا۔

“کیا میں اتنی دیر سے تمہارے ساتھ ہوں؟“
 کیا مسیح تمہارے بیچ اتنا عرصہ رہا؟
 کیا اُس کے کلام نے تمہارے کانوں میں صدا نہ دی؟
 کیا تم نے اُس کے رحم و کرم کے کاموں کو نہ دیکھا، جو اُس نے دوسروں کے لیے کیے؟
 ،اور یہ سب کچھ، اتنا طویل وقت، تمہارے ساتھ رہا
 اور پھر بھی تم نے اُسے نہ پہچانا، اُس پر توکل نہ کیا، بلکہ اُسے جانے دیا کہ وہ تمہارے موقع کے انتظار میں رہے؟

،جب کوئی موقع میسر ہو گا
 تم اُس وقت اُسے بلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔
 !خبردار رہو
 ،ایسا نہ ہو کہ وہ ”موقع“ کبھی نہ آئے
 ،جب فصل گزر جائے
 ،گرمی کا موسم تمام ہو جائے
 !اور تمہارے لیے فضل کا دن ختم ہو جائے

آہ! کاش یہ سوال تمہارے ضمیر میں نقارہ بن کر گونجے۔
 ،میں اُسے تم سب کی توجہ کے سپرد کرتا ہوں
 خصوصاً اُن کے جو ابھی تک نجات نہ پائے۔

اور اب میں خُدا کے لوگوں سے کچھ کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اے عزیزو! خُدا کے رُوح کی تعلیم سے ہم نجات دہندہ کو جانتے ہیں۔
 یقیناً ہم جانتے ہیں کہ ابنِ آدم باپ کے ساتھ ایک ہے۔
 ہمیں یہ بصیرت بخشی گئی کہ ہم ناصرت کے یسوع کے چہرے میں خُدا کی کامل شبیہ کو پہچانیں۔

ہم اُسے محبت کرتے ہیں، ہم اُسے تعظیم دیتے ہیں، ہم اُسے سجدہ کرتے ہیں
 اپنے خُدا اور اپنی جانوں کے فدیہ دینے والے کے طور پر۔
 ہم ایمان لانے اور پرستش کرنے میں خوشی اور سلامتی پاتے ہیں۔

—تاہم، باوجود اِس ساری معرفت کے، یہ عین ممکن ہے
 —بلکہ میں کہوں گا، یہ یقینی امر ہے
 کہ:

ہم سب کے پاس ابھی بھی بہت کچھ سیکھنے کو باقی ہے۔ :

یونہی راہ کے موڑ موڑ پر، ہماری نگاہ دھندلا جاتی ہے، ہمارا ایمان کمزور پڑتا ہے، ہماری یادداشت دغا دیتی ہے، اور یسوع ہم میں سے ہر ایک سے کہہ سکتا ہے، جیسے اُس نے فلپ سے کہا، ”کیا میں اتنے عرصہ تک تمہارے ساتھ رہا اور تُو نے مجھے ”نہ پہچانا؟“

ہم اپنے خُداوند و آقا سے واقف ہونے میں سست ہیں، حالانکہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور یہ بات اور بھی عجیب ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ رہتا ہے تو تم جلدی اُسے پہچاننے لگتے ہو۔
تُم جو دیر سے یسوع کے ساتھ رفاقت میں ہو، اُسے اُس سے زیادہ جاننا چاہیے تھا جتنا کہ جانتے ہو۔
کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں تم جان ہی نہیں سکتے، کیونکہ وہ ہر وقت بدلتے رہتے ہیں؛ آج کچھ، کل کچھ اور۔
”مگر ”یسوع مسیح کل، آج اور ابد تک یکساں ہے۔“

مجھے یاد ہے کوئی بارہ یا پندرہ برس پہلے ایک ماہر مصوّر نے نہایت اصرار سے کہا کہ میں اُس کے لیے تصویر بنوانے بیٹھوں۔ میں دس یا بارہ بار بیٹھا، اور ہر نشست کے بعد جب میں اُس کی تصویر دیکھتا، تو مجھے یوں لگتا کہ یہ پہلے سے بھی کم مشابہ ہے۔

وہ خود بھی ایسا ہی سمجھتا تھا، باوجود اس کے کہ وہ بڑا ماہر فنکار تھا۔
آخر کار اُس نے برش کو کینوس پر مارا اور عاجز آ کر کام چھوڑ دیا۔
جب میں نے وجہ پوچھی، تو اُس نے کہا، ”میں کبھی بھی آپ کا چہرہ ایک سا نہیں دیکھتا۔ یہ ناممکن ہے کہ میں آپ کی تصویر ”بنا سکوں۔“

مگر ہمارے خُداوند کی ذات ایسی نہیں۔
اگرچہ جب ہم اُس کے چہرہ پُر جمال پر نظریں دوڑاتے ہیں تو ہزاروں نئی خوبصورتیوں کا انکشاف ہوتا ہے، اور اُس کی عظمت اور فروتنی جو بابم گندھی ہوئی ہیں ہر اظہار سے بلند ہیں
پھر بھی وہ ہمیشہ یسوع ہی رہتا ہے—ہمیشہ پیارا، ہمیشہ مہربان اور سچا، ہمیشہ فضل سے معمور۔
لہذا جب ہم اُس کے پاس آتے اور اُس کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں، تو لازم ہے کہ ہم اُسے اور بھی زیادہ پہچانیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں جاننا دشوار ہوتا ہے، کیونکہ وہ بہت ہی محتاط اور کم آمیز ہوتے ہیں۔
چاہے کتنا ہی عرصہ اُن کے ساتھ رہو، وہ اپنا اصل چہرہ نہیں دکھاتے۔
وہ اپنے جذبات کو دباتے، اپنے خیالات کو چھپاتے اور الفاظ میں بخل کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے آپ کو ویسا نہ دکھائیں جیسے ہیں، بلکہ ویسا دکھائیں جیسے وہ چاہتے ہیں نظر آئیں۔
چاہے وہ غرور ہو یا جھجک، خود پسندی ہو یا بے باکی کی کمی، وہ اپنے دل کے دروازے بند رکھتے ہیں۔
صرف کسی بڑے دکھ یا غیر متوقع خوشی کے لمحہ میں وہ بے ساختہ اپنے اصلی رنگ میں آتے ہیں۔

مگر ایسا ہمارا نجات دہندہ نہیں۔
وہ تو کھلے چہرے سے اپنا آپ ظاہر کرتا ہے۔
وہ اپنا دل آستین پر رکھتا ہے، وہ اپنے لوگوں کے ساتھ صاف گو اور بے تکلف ہے۔
”اُس نے اپنے شاگردوں سے فرمایا، ”اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تم سے کہہ دیتا۔
گویا وہ اُن سے اپیل کر رہا ہو کہ اُن کا ضمیر گواہی دے کہ اُس نے اُن سے کچھ نہ چھپایا۔
اُس کے اور اُن کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔
جو کچھ اُس کے پاس تھا، وہ اُن کا تھا؛
جو کچھ وہ چھوڑ کر گیا، وہ انہیں معلوم ہونا تھا۔“

پس لازم ہے کہ ہم مسیح کو پہچانیں، کیونکہ وہ نہ تو بدلتا ہے اور نہ ہی اپنے آپ کو چھپاتا ہے۔
مگر اے بھائیو، افسوس! ہم اُسے کس قدر تھوڑا جانتے ہیں۔

بہت سے پہلوؤں میں ہماری ناواقفیت بلکہ عدم فہم ظاہر ہوتی ہے۔
خُداوند کے سچے خادموں میں سے کچھ—شاید یہاں بھی ایسے ہوں—ابھی تک اُس کی تعلیم کا پہلا قاعدہ بھی نہیں جانتے۔
وہ خوشخبری کی بڑی بڑی تعلیمات کو نہیں پہچانتے، اس لیے اُن میں خوشی نہیں پاتے۔

”جب یسوع فرماتا ہے، ”جیسے باپ نے مجھ سے محبت رکھی، میں نے بھی تم سے ویسی ہی محبت رکھی“، اور پھر فرماتا ہے، ”میں نے تمہیں چن لیا اور مقرر کیا کہ تم جا کر پہل لاؤ
تو وہ انتخاب کی تعلیم سے گھبرا جاتے ہیں، اور تقدیر کے ذکر سے لرز اُٹھتے ہیں۔“

”جب وہ کہتا ہے، ”میں اپنی بھڑوں کو ہمیشہ کی زندگی دیتا ہوں، اور وہ کبھی ہلاک نہ ہوں گی، تو وہ دائمی حفاظت کے تصور سے چونک پڑتے ہیں اور خوف سے چیخ اٹھتے ہیں، گویا کوئی حفاظت سے بڑھ کر خطرہ ہو—کمزور دل مخلوق!

میں نہیں سمجھتا کہ یہ کمی اُن کا قصور ہے؛

یہ تو اُن کی بدقسمتی ہے۔

جب وہ چھوٹے تھے تو انہیں ان تعلیمات سے ٹرنا سکھایا گیا، پھر انہوں نے انہیں نظر انداز کیا، اور اب جب کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، تو یہ تعلیمات انہیں الجھاتی ہیں، تسلی نہیں دیتیں۔

میرا عزیز بھائی، سن لے

یسوع مسیح نے تجھ سے محبت رکھی، اور وہ فرماتا ہے کہ باپ نے تجھ سے اُس وقت محبت رکھی جب دنیا کی بنیاد بھی نہ رکھی گئی تھی۔

اُس نے تجھ سے اُس وقت محبت نہ رکھی جب تُو نے اُس سے محبت رکھی، بلکہ اُس کی محبت پہلے سے تھی۔

کیا یہ بات تیرے لیے نئی ہے؟

یہی انتخاب کی تعلیم ہے۔

تُو اُسے جھٹلاتا رہا ہے، تُو نے اُسے خوفناک اور خطرناک گمان کیا۔

کیا تُو نے مسیح کو اتنے عرصہ میں جانا، اور پھر بھی یہ نہ پایا؟

اور سن، ایک اور سچائی

یسوع مسیح ہمیشہ تجھ سے محبت رکھے گا۔

جسے وہ ایک بار محبت کرتا ہے، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا، بلکہ انتہا تک محبت کرتا ہے۔

یہی دائمی حفاظت کی تعلیم ہے۔

کیا تُو اس سے بھی خائف تھا؟

کیا تُو نے مسیح کو جانا اور یہ نہ جانا؟

کیا تُو سمجھتا ہے کہ وہ بدل سکتا ہے؟

کیا تُو گمان کرتا ہے کہ وہ تجھے اپنے بدن کا عضو بنائے گا اور پھر کاٹ دے گا؟

کیا تُو یقین رکھتا ہے کہ وہ تیرے لیے قربان ہو گا اور پھر تجھے ہلاک ہونے دے گا؟

جب کہ تُو اُس کا دشمن تھا، تب بھی اُس کے بیٹے کی موت کے وسیلہ سے خدا سے میل ملا

، تو اب جب کہ تُو میل ملا ہے

”تو اُس کی زندگی کے سبب سے ضرور نجات پائے گا۔“

میرے عزیزو، میں تم سے جھگڑا نہیں کرتا

، مگر میرا یقین ہے کہ اگر تم مسیح کو بہتر طور پر جانتے

تو تمہاری رائے مختلف ہوتی۔

کیونکہ جو کوئی یہ سمجھے کہ مسیح نے اپنے لوگوں سے دنیا سے پہلے محبت نہ رکھی

، یا یہ کہ وہ اُن سے اُس وقت محبت نہ رکھے گا جب دنیا فنا ہو چکی ہو گی

تو وہ یقیناً یہ سنے گا

کیا میں اتنے عرصہ تک تیرے ساتھ رہا، اور تُو نے مجھے نہ پہچانا، اے میرے دوست ارمینی؟

، کیا تُو نے اب تک مجھے نہ پہچانا کہ میں خدا ہوں

، کہ میں تبدیل نہیں ہوتا

”اور اسی سبب بنی یعقوب فنا نہیں ہوئے؟“

مگر اُس کے کچھ مقدس اُس کے دل کی نرمی اور اُس کی بخشش کی فراوانی کو نہیں جانتے۔

شاید یہاں کوئی ایماندار ہو جو کسی بڑے گناہ میں گر پڑا ہو۔

میرے بھائی، میری بہن، میں یہ سن کر دکھی ہوں

اور امید کرتا ہوں کہ تمہارا درد بیان سے زیادہ ہوگا۔

، اگر داؤد کی مانند تُو گمراہ ہوا اور آسمان کے حضور بُرا کام کیا

، تو میں دعا کرتا ہوں کہ داؤد کی مانند تیرے بھی ہڈیاں ٹوٹ جائیں

اور تجھے توبہ کی وہ روح حاصل ہو کہ پھر سے خدا کے حضور معافی کا طالب ہو۔

ایمان کے اقرار کے بعد تُو گناہ میں گر گیا، اور مایوسی میں ڈوب گیا۔ لیکن یسوع مسیح تیرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور فرماتا ہے، ”اے جان! کیا تُو میرے پاس آنے کے بعد بھی گناہ میں پڑا؟ کیا تُو نے گناہ کیا اور میرے نام کو رُسوائی میں ڈالا؟ تو بھی میں اب بھی معاف کرنے کو تیار ہوں۔ اے، اور پھر سے مجھ پر توکل کر، اور تیری خطا مٹائی جائے گی۔“ شک تیرے دل میں ”سرگوشی کرتا ہے،“ اے خُداوند، میں نہیں سمجھ سکتا کہ تُو اس گناہ کو کیسے معاف کر سکتا ہے؟

وہ فرماتا ہے، ”کیا میں اتنے عرصہ سے تیرے ساتھ رہا ہوں اور تُو نے مجھے نہ پہچانا؟ میں نے کب اپنے کسی بندہ کو معافی دینے سے انکار کیا؟ کیا پطرس نے مجھے انکار نہ کیا، بلکہ قسَمیں کھا کر اور لعنت کر کے؟ اور میں نے پطرس کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے کہا، پطرس اب میرا خادم نہ رہے گا؟ نہیں، بلکہ میں نے صرف اُس کی طرف نگاہ کی، اور اُس کی رُوح ٹوٹ گئی۔ اور بعد میں میں نے اُس سے کہا، شمعون بن یونا، کیا تُو مجھ سے محبت رکھتا ہے؟ بس اتنا ہی کہا جو کسی تادیب کی مانند ”تھا، اور میں نے اُسے معاف کیا، اور اُسے اپنا شاگرد بنایا۔“

اے خُدا کے فرزند، جو گناہ سے آلودہ ہو، اگر تُو کہے، ”مسیح مجھے پھر سے پاک نہیں کر سکتا،“ تو یقیناً تُو اُس کے ساتھ طویل عرصہ رہا ہے، پر تُو نے اُسے نہ پہچانا۔ اور پھر، کبہار ہمارے ذہن ایسی بیماری کی حالت کو پہنچ جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں میری حالت بھی ایسی تھی، اور شاید تُو بھی اُسی میں ہو۔ خیالات منتشر، کلام مقدس کا باب پڑھا، پر کچھ سمجھ نہ آیا۔ چند آیات کے بعد محسوس ہوا جیسے میں کوئی غیر مقدس کتاب پڑھ رہا ہوں۔ دُعا کی کوشش کی، پر الفاظ محدود اور دل بے جان۔ میں نے ”اپنے دل میں کہا،“ کیا خُداوند مجھے قبول کرے گا، جب کہ میری عبادت یوں سرد، بے جوش، اور بے روح ہے؟

پھر سَر درد اور تکلیف آئی، اور حالت مزید بگڑ گئی۔ میں نے سوچا، ”جب میری دعا میں حرارت نہیں، میری رُوح افسردہ ہے، تو کیا میرا خُدا مجھے قبول کرے گا؟“ لیکن پھر میں نے اپنے دل میں کہا، اگر میرا بچہ بیمار ہو اور کوئی کام ٹھیک نہ کر پائے، تو کیا میں اُسے ملامت کروں گا؟ نہیں، میں کہوں گا، ”اے پیارے، اگر تجھ میں طاقت ہوتی، تو تُو بہتر کرتا۔“ اور کیا میں یہ گمان کروں کہ میرا خُداوند، جو مجھے طویل عرصہ سے جانتا ہے، وہ میرے بدن کی کمزوری یا ذہن کی پریشانی سے میرا انصاف کرے گا؟ ہاں، کبھی کبھی مجھے ایسا خوف آیا۔

اگر تم میں سے کسی کے دل میں یہ خیال چھپا ہے، تو اُسے دیکھو، وہ تیرے قریب کھڑا ہے، اور وہ نرم لہجے میں تجھ سے کہتا ہے، ”کیا میں اتنے عرصہ سے تیرے ساتھ رہا ہوں، اور تُو نے مجھے نہ پہچانا؟ کیا تُو نہیں جانتا کہ میں تیری تحیف ترین دُعا کو بھی سمجھتا ہوں؟ کیا تُو مجھے کوئی سخت آقا یا ظالم مالک سمجھتا ہے؟ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں، میں تیری رُوح سے ترس کھاتا ہوں۔ مجھے غلط مت سمجھ، جیسا کہ میں تجھے غلط نہیں سمجھتا۔ میں تیرے ارادے کو عمل جانتا ہوں، تیرے کراہنے ”کو پڑھتا ہوں، اور تیری آنسوؤں کو قیمتی جان کر سنبھالتا ہوں۔“

یہی سوال ہم پر اُس وقت بھی عائد ہوتا ہے، جب ہم رُوح، بدن، یا معاش کے دکھ سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ تسلی دینے والے جب ہمیں رومیوں ۸:۲۸ کی یہ آیت سناتے ہیں، ”ہم جانتے ہیں کہ سب چیزیں مل کر اُن کے بھلے کے لئے کام کرتی ہیں جو خُدا سے محبت رکھتے ہیں،“ تو کہنا آسان ہوتا ہے، پر جب ہم خود دکھ میں ہوتے ہیں، تو اپنے خُداوند میں تسلی پانا بہت دشوار ہوتا ہے۔

جب درد میں تڑپتے ہو اور آرام نہ پاتے، جب مفلسی نے آگھیرا ہو، گھر خالی ہو، کام نہ ہو، اور بچے رو رہے ہوں، تب کالی، سوچیں دل پر چھا جاتی ہیں، اور خیالات میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور شاید، کسی لمحہ غفلت میں، لبوں پر شکایت آ جائے ”کیا یہ راستی ہے؟ کیا خُدا مہربان ہے؟ کیا اُس نے رحم کرنا چھوڑ دیا؟ کہاں گئی وہ قیّاض پردہان جو ہم نے دیکھی؟ کیا یہ اُس“ ”کی محبت سے میل کھاتی ہے؟“

لیکن اے میری جان، خاموش ہو، شکایت نہ کر۔ یہ یسوع کی آواز ہے جو تجھ سے فرماتی ہے، ”کیا میں اتنے عرصہ سے تیرے ساتھ رہا ہوں، اور تُو نے مجھے نہ پہچانا؟ کیا پچھلی بار جب میں نے تجھے دکھ دیا، وہ تیرے فائدہ کے لئے نہ نکلا؟ کیا تیری ”پرانی آزمائشیں تیرے لئے باعثِ برکت نہ ہوئیں؟ کیا تُو اب بھی مجھے نہیں جانتا؟ کیا تُو مجھ پر توکل نہیں کر سکتا؟“

یہ تلخ دوا ہے، پر تُو اس جیسی پہلے بھی لے چکا ہے، اور تجھے شفا ملی۔ جیسے پچھلی بار بخار میں تُو نے وہ شربت پی کر افاقہ پایا۔ کیا تُو اپنے طبیب کی مہارت سے اب تک ناواقف ہے کہ اپنی جان اُس کے سپرد نہ کرے؟ اور جو کچھ وہ تجھے دے، خوشی سے نہ لے؟

اے بھائیو، اگر ہم اپنے خُداوند کو بہتر پہچانتے، تو ہم ان دُکھوں سے اتنا نہ گھبراتے۔ جو کچھ اُس کے ہاتھ سے آئے، ہم اُسے قبول کرتے، اور اُس کی مرضی کے آگے سر جھکاتے۔

یہی سوال اُس وقت بھی ہم سے ہوتا ہے جب ہمیں کوئی نئی خدمت سونپی جاتی ہے۔ واعظ، معلم، زائر، سب کو کبھی نہ کبھی اپنی خدمت دشوار اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔ نیا خادم جب سخت مزاجوں سے سامنا کرتا ہے، جماعت کے سپرینٹنڈنٹ جب بے

پروا بچوں کو سکھانے کی کوشش کرتا ہے، زائرہ جب جنہیں وہ جیتنا چاہتی ہے اُن سے بے رُخی پاتی ہے، یا جن کی مدد کرنا چاہتی ہے، انہی سے طعن سنتی ہے۔ تو وہ سب شکایت کرتے ہیں، ”اے خُداوند، تُو نے مجھے اس خدمت کے لئے کیوں چُنا؟“ ”اوروں میں میں کامیاب ہو سکتا تھا، اس میں نہیں۔ نہ مجھ میں اہلیت ہے، نہ طاقت۔“

تب یسوع اپنا زخموں سے چھدا ہاتھ تیرے کندھے پر رکھتا ہے، اور فرماتا ہے، ”کیا میں اتنے عرصہ سے تیرے ساتھ رہا ہوں، اور تُو نے مجھے نہ پہچانا؟ کیا میں نے تجھے کبھی تیرے خرچ پر جنگ کے لئے بھیجا؟ کیا میں نے تجھے کوئی خدمت دی اور تنہا چھوڑ دیا؟ کیا میں نے نہ فرمایا، جیسے تیرا دن ہوگا ویسی ہی تیری طاقت ہوگی؟“ جا، اپنی اس قوت میں، کیونکہ میں تجھے ”کبھی نہ چھوڑوں گا، نہ تجھ سے کنارہ کروں گا۔ مجھ پر شک نہ کر، اگر تُو شک کرتا ہے، تو تُو نے مجھے نہ پہچانا۔“

خُدا کے بچوں میں جو تذبذب پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے دعا مانگنی چاہیے یا نہیں، وہ بھی اسی بات کا ثبوت ہے کہ ہم نے یسوع کو اچھی طرح نہ پہچانا۔

ایک کہتا ہے، ”اگر میرا بچہ مرنے کے قریب ہو تو میں دعا کروں گا، لیکن جب وہ صرف چڑچڑا اور ضدی ہو، حالانکہ یہ ”مجھے بہت پریشان کرتا ہے، تو میں ایسی چھوٹی بات اپنے بڑے خُدا کے سامنے نہیں لا سکتا۔“

تو تُو نے اُسے نہ پہچانا۔
”کیا میں اتنے عرصہ سے تیرے ساتھ رہا ہوں، اور تُو نے مجھے نہ پہچانا، اے فلّیس؟“

کیا خُداوند نے نہ فرمایا کہ اُس نے ہمارے سر کے بال تک گنے ہیں؟ اور کہ ایک چڑیا بھی اُس کی مرضی کے بغیر زمین پر نہیں گرتی؟

تیرا نجات دہندہ چھوٹی حاجات میں بھی اتنا ہی عظیم ہے جتنا بڑی باتوں میں۔

اپنی اُنکلی میں چُپھا ہوا کانٹا مسیح کے حضور لے آ، اپنے جوتے میں چبھتا ہوا پتھر بھی مسیح کے حضور رکھ دے۔ اے مسافر، اگر تیری راہ حیات میں کوئی چھوٹی سی آزمائش ہے جو بعد کو بڑا دکھ بن سکتی ہے، تو اُسے مسیح کے حضور لے آ۔

اگر تُو ہر چھوٹی بڑی بات میں اُس پر بھروسا نہیں رکھتا، تو یقیناً تُو اُسے نہیں جانتا۔

اب میں تمہیں دو اور مثالیں دوں گا، جو ظاہر کرتی ہیں کہ ہم مسیح کے ساتھ رہ کر بھی اُسے ویسا نہ پہچانیں جیسا پہچانا چاہیے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ وقتاً فوقتاً میں مسیحیوں کو یہ کہتے سنتا ہوں (اور میں اس پر مسرور ہوں)، ”میں نے فلاں امر کے لئے دُعا کی، اور خُدا نے مہربانی سے اُسے سُن لیا۔“ مجھے اُن کا گواہی دینا خوشی بخشتا ہے کیونکہ یہ دوسروں کے دلوں کو تقویت اور تسلی دیتا ہے۔ لیکن جب وہ اس طرح حیرت کا اظہار کرتے ہیں، ”کیا یہ واقعی تعجب خیز نہیں؟ کیا یہ ناقابل یقین نہیں لگتا؟ کیا یہ عجیب بات نہیں؟“

تو میں سوچتا ہوں کہ وہ اپنی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیا میں نے بہت سوں کو جارج میولر کے یتیم خانوں کے بارے میں بات کرتے نہیں سنا؟ اور اُس پر جو خُدا نے عزت کی، اُسے کچھ ایسا سمجھا گویا یہ بات خلاف معمول ہے کہ خُدا اُس شخص کی دعاؤں کو سُن لے۔ ”دو ہزار سے زیادہ بچے محض دُعا اور ایمان سے پرورش پاتے ہیں!“ وہ کہتے۔ ”کتنا حیرت انگیز!“ گویا ہمارا خُداوند اپنے ہی وعدے سے کچھ زیادہ کر رہا ہو! لیکن کیا مسیح اتنے عرصے سے ہمارے ساتھ رہا ہے کہ اب ہمیں یہ سب باتیں عجیب لگنے لگی ہیں؟

فرض کرو کہ میں یہ سنوں کہ کوئی شخص جو بیس برس سے شادی شدہ ہے، اپنی بیوی کے لیے کوئی ہدیہ لایا اور اُسے نہایت شفقت و محبت سے پیش کیا، اور وہ اُسے حیرت سے دیکھ کر بولی، ”کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟“ تو میں کہوں گا، ”آہ! ضرور اُن کا باہمی تعلق کچھ زیادہ خوشگوار نہ تھا، ورنہ اگرچہ وہ خوش ہو سکتی تھی، پر ایسی حیرانی نہ ہوتی۔“

یا پھر اگر کوئی شخص اپنے قرضے ادا کرے، اور پورے شہر میں اُس کی دھوم ہو جائے، تو میں فطری طور پر سمجھوں گا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات تھی، اور قرض خواہوں کو بھی اس کی امید نہ تھی۔ اسی طرح جب میں یہ سنتا ہوں کہ خُدا اپنے لوگوں پر فضل کرتا ہے، اور لوگ اُسے حیرت کی بات سمجھتے ہیں، تو میں اُن پر شرمندگی محسوس کرتا ہوں جو ایسی بات پر تعجب کرتے ہیں جس کی انہیں توقع رکھنی چاہیے تھی۔

کیا واقعی یہ بات تعجب خیز ہے کہ وفادار وعدہ کرنے والا اپنے وعدے کو پورا کرے؟ کیا ہمارے آسمانی باپ کا اپنے فرزندوں کو نعمتیں دینا تعجب خیز ہے؟ کیا وہ جو ہمیں مانگنے کی دعوت دیتا ہے اور عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، ہماری درخواستوں کا جواب دے تو ہم حیران ہو جائیں؟

میں ایسی سوچ رکھنے کی جُرأت نہیں کرتا۔

یہ تعجب کے کلمات تو گویا شک کے بادل ہیں۔ میں تو اُس بزرگ مومنہ کی مانند کہنا چاہوں گا جس نے جب دُعا کے سننے کی گواہی سنی اور اُس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ تعجب کی بات نہیں، تو اُس نے جواب دیا، ”نہیں، یہ تو اُسی کا طریقہ ہے، وہ تو ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے۔“

ہاں! سچ ہے، جب ہم تعجب ظاہر کرتے ہیں کہ اُس نے دُعا سنی اور اپنے بندوں کو اپنے وعدہ کے مطابق رہائی بخشی، تو وہ “بجا طور پر فرما سکتا ہے، ”کیا میں اتنے عرصے سے تمہارے ساتھ ہوں اور تم نے مجھے پہچانا نہیں؟“

اور اب میں آخری مثال پیش کرتا ہوں۔ بارہا میں نے اپنے دل کی خلوت میں آقا کی آواز سنی ہے، وہ مجھ سے اس طرح تادیب کرتا ہے: ”کیا میں اتنے عرصے سے تیرے ساتھ ہوں، اور تُو نے مجھے پہچانا نہیں؟“ تب میں نے کہا، ”ہائے خُداوند! میں نے تجھے ویسا نہ پہچانا جیسا چاہیے تھا، اور میں محسوس کرتا ہوں کہ جیسا میں چاہتا ہوں ویسا تجھے پہچان نہیں سکتا۔ آؤ، اے عزیزو! ہم اس پر باہم گفت و شنید کریں۔ بعض اوقات، جب ہماری رُوح خاموشی اور عبادت میں گم ہو، اور شاید یہ کوئی دُکھ بھرا وقت ہو، دُنیا کی سب آوازیں دُور ہوں، تو اُس وقت ہمارا دِل مسیح کی محبت اور حُسن کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ پھر نجات دہندہ کا دیدار زیادہ واضح، زیادہ روشن، بلکہ نہایت درخشاں ہوتا جاتا ہے۔

ہم اُس کی اُلُوبیت کو دیکھتے ہیں، اور اُس کے جھکنے پر حیران ہوتے ہیں کہ اُس نے فدیہ دینے کو فروتنی اختیار کی۔ ہم اُس کی انسانیت پر شکر گزار ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے اتنا قریب ہوا، ہمارا ہڈیوں کا ہڈی اور گوشت کا گوشت بن گیا۔ ہم اُسے گتسمنی میں دیکھتے ہیں—گویا اُس کی پیشانی سے ٹپکتے خونی قطرات کو گنتے ہیں۔ ہم اُسے صلیب پر دیکھتے ہیں، اُس کے ہاتھوں اور پیروں کے زخموں کو نشان زدہ کرتے ہیں۔ ہماری جان جیسے اُس کے پیچھے پیچھے آسمان تک جاتی ہے، اُسے خُدا کے تخت کے دہنے ہاتھ بیٹھے دیکھتی ہے، شفاعت کرتے۔

ہم اُس کے قریب ہوتے ہیں، وہ ہمیں اپنے قرمزی لباس میں چھپا لیتا ہے اور اپنا نام ہم پر ظاہر کرتا ہے۔

تب ہم محسوس کرتے ہیں کہ اُس گھڑی ہم نے جو کچھ جانا، وہ اس سب سے کہیں زیادہ ہے جو پہلے جانا تھا، یہاں تک کہ پہلے کا سب علم بیچ معلوم ہوتا ہے۔

”ہم اپنی جان سے کہتے ہیں، ”کیا ہم اتنے عرصے اُس کے ساتھ رہے اور اب تک اُسے ویسا نہ جانا جیسا اب جانا ہے؟“

اب یہاں سے فردوس تک، جب تک ہمیں جلد بلایا نہ جائے، بہت سے ایسے لمحے آئیں گے، جب آسمان کے سونے دروازے ذرا کھلیں گے، اور بادشاہ ہمیں اپنے عشرت خانہ میں لے جائے گا۔ یقیناً ہر بار جب وہ اپنے آپ کو ہمارے سامنے ظاہر کرے گا، تو ہم اُس کی اور بھی زیادہ جلالی صورت، اُس کے پاکیزہ افکار اور محبت بھرے دل کو پہچانیں گے۔ اور ہر بار جب ہم اُس مقدس ضیافت سے اُٹھیں گے تو کہیں گے، ”اگرچہ میں اُس کے ساتھ مدتوں رہا، مگر اب تک اُسے ویسا نہ جانا جیسا اب جانا ہے۔“

”ہر نئی ملاقات پر ہم اُس سب کی ملکہ کی مانند کہیں گے، جب اُس نے سلیمان کا جلال دیکھا، ”آدھا تو مجھے بتایا ہی نہ گیا تھا۔ اور جب تم اُس کے سامنے رُوبرُو کھڑے ہو گے، تو تمہاری تعظیم اور شکرگزاری اِس قدر گہری ہوگی کہ اگرچہ تمہیں یاد رہے گا کہ زمین پر تم نے اُسے جانا، تو پھر بھی کہو گے، ”میں بہت عرصہ اُس کے ساتھ رہا؛ بیس، تیس، چالیس برس، پر اُس وقت اُسے ویسا نہ جانا جیسا اب جانتا ہوں۔“

مجھے وادی اشک میں تھوڑی سی شراکت ملی تھی، پر ہائے! اُس خوبصورت بادشاہ کی جو تصویر میں نے بنائی، وہ تو دھندلائی ہوئی اور بے رنگ سی تھی۔

وہ تو فقط خواب جیسی دھندلی جھلک تھی اِس روشن آفتاب کی، اِس صداقت کے آفتاب کی، میرے بادشاہ کی، جو ہزاروں میں ”ممتاز اور سراپا دلربا ہے۔“

میں دُعا کرتا ہوں، اے بھائیو، کہ جب تم اُس کی ماندہ پر جمع ہو، تو تمہیں ایسا ہی لمحہ عطا ہو، جو تمہیں تمہارے سابقہ علم پر شرمندہ کر دے

کیونکہ اب جو تم اُس کے حُسن کو دیکھو گے، وہ کہیں زیادہ جلالی ہو۔

اور پھر تم اور بھی آگے بڑھو، اور مسیح کو مزید پہچانو، اُس کے جلال کے نئے جلوے دریافت کرو یہاں تک کہ تم اُس کے ساتھ ہو جاؤ، جہاں وہ ہے، تاکہ اُس کے جلال کو دیکھو اور اُس میں شریک ہو جاؤ۔ خُدا تمہیں اپنے محبت کے اِس عید پر برکت دے۔ وہ ہمارے ساتھ ہو تاکہ ہمارے دِل خوش ہوں۔ آمین۔

تفسیر از سی۔ ایچ۔ سٹیرجن

مُکاشفہ 19: 16-11

آیت 13-11:

اور میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا، اور دیکھو، ایک سفید گھوڑا ہے؛ اور جو اُس پر سوار ہے وہ وفادار اور سچا کہلاتا ہے، اور وہ راستی سے انصاف کرتا اور لڑائی کرتا ہے۔ اُس کی آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند ہیں، اور اُس کے سر پر بہت سے تاج ہیں؛ اور اُس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون میں ڈوبا ہوا جامہ پہنے ہوئے ہے؛ اور اُس کا نام "کلامِ خدا" کہلاتا ہے۔

وہی لوگوس، جس کے بارے میں یوحنا نے اپنی انجیل میں لکھا، اب اُس کے سامنے جلال کے ساتھ کھڑا ہے۔ کیسا عظیم نظارہ ہوگا پطمس کے رائی بینے کے لیے کہ وہ اپنے خداوند اور آقا کو پھر سے دیکھے، مگر اِس بار اُس عاجزی کے لباس میں نہیں جس میں وہ آدمیوں کے درمیان خیمہ زن ہوا، بلکہ جلال اور قوت سے معمور! اُس کا نام وہی ہے—لوگوس—کلامِ خدا۔

آیت 16-14:

اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر اُس کے پیچھے ہو لیں، جو باریک کتان کے کپڑوں میں ملبوس تھیں، سفید اور پاکیزہ۔ اور اُس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے، تاکہ اُس سے قوموں کو مارے؛ اور وہ اُن پر لوہے کے عصا سے حکومت کرے گا؛ اور وہ خدا قادر مطلق کے قہر و غضب کے حشم کے حوض کو پامال کرے گا۔ اور اُس کے جامہ پر اور اُس کی ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے: بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔

اور یہی ہے ناصرت کا مرد، یہی ہے مصلوب، رد کیا ہوا، حقیر جانا گیا، جو کبھی خادم الخدام تھا؛ مگر اب بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند بن کر جلوہ گر ہے۔ اور جو جنگ وہ چھیڑتا ہے، اُس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا اُس کے مخالفین میں سے کوئی بچے گا؟ کیا وہ اپنا دفاع کر سکیں گے؟ ہرگز نہیں! وہ سب کے سب اُس کے سامنے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ ہر وہ قوت جو بُرائی کی ہو، ہر جھوٹی تعلیم، ہر وہ بات جو اُس کی مرضی کے خلاف ہو، فنا کر دی جائے گی۔

اور اِس بات کو ایک رُویک کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے—اُس ہولناک دعوت سے جو کسی جنگ کے بعد ہوتی ہے، جب گدھ لاشوں کی بو سونگھ کر دُور سے آتے ہیں تاکہ شکار کو چیر پھاڑ ڈالیں۔ یہ انسانوں کے بدنوں کے ساتھ نہ ہوگا، بلکہ بُرائی کے ساتھ، اندھیرے کی قوتوں کے ساتھ، یہی انجام ہوگا۔